مسئلہ عول سے متعلق اعتراض وجواب

اعتراض کنندہ: ایس ایم رضا شاہ صاحب
جواب دہندہ: مولانا ابوالسلام محمد صدیق صاحب سرگودھا

مکرمی جناب علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب

سلام علیکم! آپ کے موقر ماہنامہ "ترجمان الحدیث" جون ۱۹۸۶ء میں مفتی محمد صدیق صاحب کا ایک مضمون بعنوان "مسئلہ عول" کے بارے میں اہل تشیع اور منکرین حدیث کا نظریہ اور اس پہ تبصرہ شائع ہوا ہے۔ اس ضمن میں چند باتیں محل نظر ہیں۔ چونکہ ادارہ مضمون کے مندرجات سے متفق نظر آتا ہے اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ آپ اپنی علمی بصیرت کی بنا پر مندرجہ ذیل امور پر روشنی ڈالیں گے۔ اگر آپ دیگر قارئین کے استفادہ کے لئے اپنے ماہنامہ میں شائع کر دیں تو بہتر رہے گا۔

مفتی صاحب نے "عول" کے ضمن میں فرمایا ہے کہ اہل تشیع کے نزدیک مسئلہ کا حل یہ ہے کہ مثال کے طور پر اگر میت کے وارث خاوند اور دو بہنیں ہوں تو آیت کے حوالے سے تو خاوند کے لئے نصف اور دو بہنوں کے لئے دو تہائی مقرر ہے لیکن چونکہ ترکہ کے حصص ورثاء کے حصص سے کم ہیں لہذا اہل تشیع خاوند کو تو پورے تین حصے دیتے ہیں لیکن دو بہنوں کو چار کی بجائے ۳ حصے دیتے ہیں لہذا اہل انصاف کے نزدیک تقسیم ترکہ کی یہ صورت ظالمانہ ہے کیونکہ جب اللہ تعالے نے دو بہنوں کے لئے دو تہائی یعنی چار حصے کر دیئے ہیں تو چار کی بجائے ان کو تین حصص دینا اس میں ایک تو اللہ تعالے کی صریحًا نافرمانی پائی جاتی ہے دوسرے بعض ورثاء کی حق تلفی ہے۔

اب خود مفتی صاحب نے اس مسئلہ کے "منصفانہ" حل کی صورت یوں بیان کی ہے کہ ترکہ کے چھ حصص کو ورثاء کے سات حصص پر پھیلا دیا جائے اس سے کسی ایک وارث کے ساتھ بے انصافی بھی نہیں ہونے پاتی۔ سب کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا ہے۔ تو اس ضمن میں عرض یہ ہے کہ شیعہ حضرات نے تو صرف بہنوں سے

بے انصافی کی مگر آپ نے تو دونوں سے بے انصافی کی یعنی ان کے مقرر کردہ حصص سے تمام کو کم دلایا ۔ میں ایک اور مثال پیش کرتا ہوں ۔ ایک میت نے خاوند ، دو سوتیلی بہنیں اور دو حقیقی بہنیں وارث چھوڑیں ۔ اب یہ تینوں ورثاء ذوی الفروض شمار کئے جاتے ہیں جن کے حصے اللہ تعالےٰ نے بالترتیب ۱/۲ ، ۱/۳ ، ۲/۳ مقرر فرمائے ہیں۔ اب عول کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے آپ اصل حصص کے مجموعہ ۹/۶ کے نسب نما ۶ کو بڑھا کر شمار کنندہ ۹ کے برابر کر دیتے ہیں اور ترکہ کی تقسیم کر دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں جو کچھ انہیں ملتا ہے وہ مذکورہ بالا حصوں کی بجائے ۳/۹ ، ۲/۹ اور ۴/۹ کے ملتا ہے تو کیا یہ نئے حصے وجود میں نہ آگئے؟ جو بالکل اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ حصوں سے یکسر مختلف ہیں ۔ بلاشبہ کمی ایک صحیح نسبت سے واقع ہوئی لیکن کیا یہ جملہ ورثاء کی حق تلفی نہ ہوئی ؟ فرق کیا ہوا ؟ انہوں نے ایک گروپ کے حق میں کمی کی، آپ نے تمام کے حق میں (حصہ رسدی) کمی کر دی ۔ لیکن قرآنی معین حصہ تو نہ ملا!

پھر مفتی صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ والدین کی موجودگی میں بھائی بہن کا وارث ہونا خانہ ساز نظریہ ہے ۔ دلیل یہ دی ہے کہ جو شخص کسی وارث کے واسطہ سے میت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس واسطہ کی موجودگی میں یہ شخص وارث نہیں ہوگا۔ دادا باپ کی موجودگی میں وارث نہیں ۔ نانی ماں کی موجودگی میں وارث نہیں اس لئے کہ نانی کا تعلق میت سے ماں کے واسطہ سے ہے۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ اس کلیہ کی صداقت سے انکار نہیں لیکن اس کا اطلاق آیت فان کان له اخوة فلامه السدس ---- کی روشنی میں درست نہیں بیٹھتا ۔ اخوت کی موجودگی کے باعث تو ماں کا حصہ ۱/۳ سے گھٹا کر پھر اس کے اصل حصہ ۱/۶ کر دیا گیا ہے ، صاف ظاہر ہے کہ اخوت کو حصہ دلانے کیلئے ماں کا حصہ کم کر دیا گیا ہے. اگر اخوت نے حصہ نہیں پانا تو دیگر ورثاء کے حصوں پر اثر انداز ہونا کیا معنیٰ رکھتا ہے ؟ اس پر مزید گفتگو ہوسکتی ہے۔ فی الحال تو یہ عرض ہے کہ پھر مذکورہ بالا اصول کی رو سے ماں کی موجودگی میں اخیافی بہن بھائیوں کو کیوں حصہ دلایا جاتا ہے ؟ شاید آپ یہ فرمائیں گے کہ آیت وان کان رجل یورث کلالة او امراة ---- میں اخٌ او اختٌ سے مراد اخیافی بہن بھائی ہیں تو عرض یہ ہے کہ قرآن مجید میں تو ایسی کوئی صراحت نہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ ایک قرأت

یوں بھی آئی ہے کہ ولہ اخ او اخت من الام جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سعد بن ابی وقاصؓ اور ابی بن کعبؓ سے منسوب ہے۔ لیکن ایسا تسلیم کرتے سے بڑا بھیانک نتیجے کا سامنا ہوگا اور وہ یہ کہ قرآن مجید کی حفاظت کے الٰہی وعدہ کو کیا ہوا؟ پھر اس مفروضہ کے تحت صورت یوں قائم ہوتی ہے کہ اگر خاوند اور ماں اور پچھلگ بہنوں کے ساتھ سگی بہنیں ہوں تو حصّہ پاتی ہیں اور اگر سگی بہنوں کی جگہ سگے بھائی ہوں تو بالکل محروم کئے جاتے ہیں یعنی اس صورت میں ان کی قدر مادری پچھلگ بہنوں جتنی بھی نہیں رہتی۔ حالانکہ وہ سب ایک ماں کی اولاد ہیں۔ ایک دو مثالیں اور پیش کرتا ہوں۔

مثال نمبر ۱۔ ایک میّت (کلالہ) نے خاوند، والدہ، دو اخیانی بھائی اور دو حقیقی بھائی وارث چھوڑے انہیں حسب ذیل حصّے دیئے جاتے ہیں اور حقیقی بھائیوں کو محروم کیا جاتا ہے حالانکہ حقیقی اور علاتی بہن بھائیوں کی قوت قرابت اخیافی بہن بھائیوں سے زیادہ ہے۔

(i) والدہ = ۱/۶ (ii) خاوند ۱/۲ (iii) دو اخیانی بھائی = ۱/۳

(iv) دو حقیقی بھائی = محروم

مثال نمبر ۲۔

خاوند	= ۳ حصّے
ماں	= ۱ حصّہ
ایک مادری بہن	= ۱ حصّہ
ایک مادری بھائی	= ۱ حصّہ
ایک پدری بھائی	= محروم
ایک پدری بہن	= محروم
ایک حقیقی بہن	= محروم
ایک حقیقی بھائی	= محروم

مثال نمبر ۳۔

خاوند = ۳ حصّے، ماں = ۱ حصّہ

۲ مادری بہنیں = ۲ حصّے، ۲ پدری بھائی = محروم

۲ حقیقی بہنیں = ۴ حصّے

اب یہاں پدری بھائی جو مادری بہنوں سے بہر حال اعلےٰ اور افضل ہیں محروم ہیں ۔ سابقہ مثال نمبر ۲ میں حقیقی بہن محروم تھی اور مادری بہن حصّہ لے جاتی تھی ۔ اس مثال میں حقیقی بہن مادری بہن سے دو چند حصّہ لیتی ہے ۔ کون سی معقول وجہ ہے جس کے سبب کبھی حقیقی دو چند لے جاتا ہے اور کبھی محروم ؟

میں پھر دہراتا ہوں کہ جب آپ ماں کی موجودگی میں نانی کو حصّہ نہیں دلا سکتے تو پھر اسی اصول کے تحت ماں کی موجودگی میں اخیافی بہن بھائی کس طرح وارث ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ اسی ماں کے واسطہ سے میت کے وارث بنائے جا رہے ہیں ۔ ماں مطلقہ یا بیوہ ہو کر مورث کے بعد دوسرے خاوندوں سے اور اولاد بھی جن سکتی ہے ۔ یہ اولاد بھی بالکل پہلی اولاد کی طرح اولاد الام ہو گی تو کیا وہ اولاد بھی نئی نئی پیدا ہو کر اسی مورث کی وارث بنتی جائے گی ؟ اگر وہ نئی اولاد الام ماں کی وفات کے بعد بھی مورث کی وارث نہیں بن سکتی تو ماں کی موجودگی میں اولاد الام کو کیونکر وارث کیا جاتا ہے ۔

والسلام

ایس ایم رضا شاہ

۴۴ راوی بلاک ۔ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور ۱۸

جواب

ادارہ ترجمان الحدیث کی معرفت ایک مراسلہ موصول ہوا جس میں میرے ایک مضمون " مسئلہ عول اور اہل تشیع و منکرین حدیث " کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے ۔ ہم نے اپنے اس مضمون میں بادلائل ثابت کیا ہے کہ مسئلہ عول کی بنا عدل و انصاف اور شریعت کی عین منشا کے مطابق ہے ۔ چنانچہ تفصیل سے وضاحت کی گئی ہے کہ ....

علم وراثت کی اصطلاح میں عول مخرج (ترکہ) کو حصص کے برابر کرنے کا نام ہے ۔ مثلاً وارث خاوند اور دو عینی بہنیں ہیں ۔ خاوند کا نصف حصّہ دو عینی بہنوں کے لئے دو تہائی حصّہ ہے ۔ اس صورت میں مخرج چھ ہے ۔ اس کا نصف یعنی تین حصے خاوند کے لئے دو عینی بہنوں کے لئے دو تہائی یعنی چار حصے ہیں ۔ خاوند کے لئے تین حصے اور دو بہنوں کے لئے چار حصے کل سات حصے یہ اللہ تعالےٰ کے

مقرر کردہ ہیں۔ ترکہ چھ روپے ہے۔ سات حصّہ کو بدستور رکھتے ہوئے ترکہ چھ کو سات پر پھیلا دیا۔ خاوند کو ۳/۷، دو بہنوں کو ۴/۷ حصّہ ملے۔ ترکہ کو پھیلانے کی صورت میں ہر وارث کو ملنے والے ترکہ میں کمی یکساں ہوتی ہے۔ مگر ورثاء کے وہ حصص جو اللہ تعالےٰ نے مقرر کئے ہیں ان میں کوئی کمی یا تبدیلی نہیں ہوتی وہ بدستور سات ہی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ کسی وارث کے حصص میں کمی کی جائے جیسا کہ اہل تشیع اور منکرین حدیث کا نظریہ ہے تو اس سے دو قباحتیں لازم آتی ہیں۔ ایک قباحت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ کسی ایک وارث کے حصص میں کمی کرنا یہ عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ دوسری قباحت یہ ہے کہ ورثاء میں سے کسی ایک وارث کے اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقرر کردہ حصص میں کمی کرنا اس میں اللہ تعالےٰ کی صریحاً نافرمانی ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

اس پر تنقید کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

اس ضمن میں عرض یہ ہے کہ شیعہ حضرات نے تو صرف بہنوں یعنی ایک فریق سے بے انصافی کی مگر آپ نے تو دونوں سے بے انصافی کی یعنی ان کے مقرر کردہ حصص سے تمام کو کم دلایا۔ میں ایک اور مثال پیش کرتا ہوں۔ ایک میت نے دو اخیافی بہنیں اور دو حقیقی بہنیں وارث چھوڑیں۔ اب یہ تینوں ورثاء ذوی الفروض شمار کئے جاتے ہیں جن کے حصص اللہ تعالےٰ نے بالترتیب ۱/۲، ۱/۳، ۲/۳ مقرر فرمائے ہیں۔ اب عول کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے آپ اصل حصص کے مجموعہ ۹/۶ کے نسب نما ۶ کو بڑھا کر شمار کنندہ ۹ کے برابر کر دیا اور ترکہ کی تقسیم کر دی جس کے نتیجہ میں جو کچھ انہیں ملتا ہے وہ مذکورہ بالا حصّوں کی بجائے ۳/۹ و ۲/۹ و ۴/۹ ملتا ہے۔ تو کیا یہ نئے حصّے وجود میں نہ آگئے، جو بالکل اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ حصّوں سے یکسر مختلف ہیں۔ بلاشبہ کمی ایک صحیح نسبت سے واقع ہوتی ہے تو کیا یہ جملہ ورثاء کی حق تلفی نہیں ہوئی۔

تنقید کنندہ نے مثال بیان کر کے اپنی طرف سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ورثاء کے جو حصص بیان کئے ہیں عول کی صورت میں وہ سب بدل چکے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ حصص میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

تنقید کنندہ کی مثال میں کہا گیا ہے کہ وارث خاوند دو اخیافی اور دو عینی بہنیں ہیں اس صورت میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو حصص مقرر کئے ہیں ان میں خاوند کے لئے نصف، دو اخیافی بہنوں کے لئے ایک تہائی اور دو عینی بہنوں کا ۲/۳ حصہ ہے۔ ۱/۲ و ۱/۳ و ۲/۳ حصص نکالنے کے لئے کم سے کم عدد چھ ہو سکتا ہے۔ اس میں سے خاوند کے لئے نصف تین حصے، دو اخیافی بہنوں کے لئے ایک تہائی دو حصے اور دو عینی بہنوں کے لئے دو تہائی چار حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں۔ یہ کل ۹ حصے ہوئے مخرج (ترکہ) ۶ ہے۔ ورثاء کے ۹ حصص میں کمی نہیں کی جا سکتی اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ہیں البتہ ترکہ چھ کو ورثاء کے ۹ حصص پر پھیلا دیا گیا۔ اس سے تمام ورثاء نے اپنے حصص کے مطابق ترکہ لے لیا ہے اور ورثاء کو ملنے والے ترکہ میں یکساں کمی ہے مگر حصص ان کے بدستور رہتے ہیں۔ تنقید کنندہ نے عول کو باطل ٹھہرانے کے لئے جو مثال دی ہے اس سے تو ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے کہ ورثاء کو ان کے حصص کے مطابق ترکہ مل سکے اور عدد حصص میں کمی نہ ہو۔ لہٰذا مسئلہ عول کی بنیاد عین عدل و انصاف پر مبنی ہے اور اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہے۔ جو شخص اس معمولی اور آسان بات کو سمجھ نہیں سکتا اس کی تنقید قابل اعتبار نہیں ہو سکتی۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم۔ جس بات کا علم نہ ہو اس میں دخل اندازی بے سمجھ لوگوں کا کام ہے۔

اخوہ اور آخر تک مسئلہ کا تعلق علامہ جاوید احمد غامدی سے ہے۔ اس پر ہم نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ اگر وہ مزید اس بحث کو چلانا چاہیں تو جواب پر غور ہو سکتا ہے۔ تنقید کنندہ کو یہ مسئلہ زیر بحث لانے کا حق نہیں ہے۔ فقط

(محمد صدیق)